OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jan-June-2024
***Vol:* 5, *Issue:* 1**
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

Ayesha Liaquat[1]

Dr ruqia Bano [2]

بحالی اوقاف میں فقہ اکیڈمی انڈیا کی کوششیں: ایک تحقیقی جائزہ

Efforts of Fiqh Academy in Restoring Awqaf: A Research Review

Abstract

Awqaf is related to human welfare which was started before Islam but it has been given final form by Islam. All the endowments that have been established before the advent of Islam were from the benevolent people of the society. At the same time, where the Awqaf remained under the shadow of Islamic governments, they remained in their original state, but as soon as the Awqaf came under the influence of non-Islamic governments or the status of Muslims became a minority, then the local governments took over the Awqaf and changed their status to government treasures began to fill up instead of public welfare. In modern times, some endowments have become deserted or occupied in such a way that it is difficult to preserve them; Islamic Fiqh Academy India has played its key role to

1 ایم۔فل سکالر شعبہ علوم اسلامیہ، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
2 لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

ensure their preservation and make them fruitful. Not only books are being written by this institution for the protection of endowment, but this institution also has scholars, preachers and consensus of the Ummah from all over the world to discuss the problems faced by endowment in its seminars. Condemnation of attempts to violate the sanctity of Babri Masjid and Awqaf throughout the world, including India, has been expressed through the Thirteenth Seminar of this Academy. Due to which the spirit of protection and defense of their holy places has been created in the hearts of Muslims.

Keywords: Human welfare, endowments, preservation, fruitful, protection.

اسلامی فقہ اکیڈمی، انڈیا: تعارف وخدمات

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا ایک فقہی ادارہ ہے جو ۱۹۸۹ء میں نئی دہلی میں قائم ہوا اور ۱۹۹۰ء میں یہ چیریٹی ٹرسٹ کے طور پر رجسٹرڈ ہوا۔ اس ادارہ کے بانی قاضی مجاہد الاسلام قاسمی تھے جنہوں نے دین اسلام کی ترویج وتبلیغ کے لیے اسلامی فقہ اکیڈمی کی بنیاد رکھی۔ آپ اس ادارہ کے پہلے صدر تھے جو ایک علمی وفقہی شخصیت تھے جنہوں نے فقہ کی ترویج واشاعت کی غرض سے اس ادارہ کی بنیاد رکھی۔ فقہ اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے ہزاروں کتابیں بھی تصنیف ہوچکی ہیں۔ یہ ادارہ نہ صرف فقہی کتب کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے بلکہ فقہی سیمینار بھی منعقد کرتا ہے۔ ہندوستان جیسی ریاست جہاں انتہاپسندی عروج پر ہے، وہاں مسلمان اقلیت کا درجہ رکھتے ہیں اور ہندوانہ رسوم ورواج کی وجہ سے زبوں حالی کا شکار ہیں، وہاں آٹھ سو سالہ مسلمان حکومت کی وجہ سے تعمیر ہونے والے مذہبی مقامات بھی حکومت ہند کی انتہاپسندانہ پالیسیوں کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں وہاں اسلامک فقہ اکیڈمی کا قیام واقعی ایک جہاد سے کم نہیں ہے۔ اس ادارہ کی باگ دوڑ مولانا سید محمد رابع حسنی، مفتی سید عبد الرحیم، سید منت اللہ رحمانی، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا سید نظام الدین قاسمی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا محمد برھان الدین قاسمی، مولانا بدرالدین قاسمی، مفتی اشرف علی، مولانا عبدالاحد ازہری، ڈاکٹر محمد منظور عالم، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا مفتی احمد دیولوی، مولانا محمد قاسم مظفرپوری کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ ادارہ اجتماعی اجتہاد کا ایک اہم ادارہ کے طور پر ہندوستان میں موجود ہے جو دنیا بھر میں اپنی خدمات فراہم کر رہا ہے۔ یہ ادارہ نہ صرف ایک فقہی ادارہ ہے بلکہ اس کے توسط سے عالم اسلام کو پیش آنے والے مسائل کو نہ صرف اجاگر کیا جاتا ہے بلکہ ان مسائل کے حل کے لیے دنیا بھر کے علماء کے اجماع منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس ادارہ کے توسط سے فقہی سیمینارز منعقد کیے جاتے ہیں اور ان سیمینارز کے ذریعے نت نئے مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اس اکیڈمی کا قیام کا پس منظر اجتماعی اجتہاد اور مسلم امہ کو پیش آنے والے مسائل پر انفرادی کے بجائے اجتماعی غور و فکر کے لیے ایک مناسب پلیٹ فارم مہیا کرنا ہے۔ اس ادارے کے قیام نے دنیامیں بھر میں فقہ کے لحاظ سے اور مسائل عمومی کے حل کے حوالے سے اسلامی انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ اس ادارہ کی کامیابی نہ صرف بانی "قاضی مجاہد الاسلام قاسمی" کے مرہون منت ہے بلکہ وقت کے جید علماء وفقہاء کی سرپرستی اسے ہر دور میں حاصل رہی ہے اور اب بھی حاصل ہے۔ اس ادارہ میں مختلف مکاتیب فکر کے ماہرین کو جوڑا گیا جس کے متعلق درج ذیل تحریر ملاحظہ ہو:

> "یہ ایک انقلابی قدم تھا جس کے دوررس اثرات ونتائج حاصل ہوئے۔ اس کے اراکین کا انتخاب ممتاز بزرگ علما اور فقہامیں سے کیا گیا تھا، اسی طرح جدید طب، سماجی علوم، قانون، نفسیات اور معاشیات کے ماہرین وغیرہ کو بھی اس سے جوڑا گیا تھا، تاکہ مطلوبہ مقاصد حاصل کیے جاسکیں۔ اور ملکی وبین الاقوامی سطح پر مسلمانوں بطور خاص مسلم اقلیتوں کے مختلف دینی، سماجی اور معاشرتی وسیاسی مسائل کا اسلامی قانون کی روشنی میں عملی حل پیش کیے جاسکیں۔"[ii]

یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو خدمت اسلامی کے جذبے سے سرشار ہے اور اپنے قیام سے اب تک تقریباً ۳۵ سال سے فقہ کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس ادارے کے قیام سے ہندوستان کے مسلمانوں کو مذہبی سرپرستی کے طور پر ایک ایسا رہبر و راہنما ملا ہے جس سے کروڑوں مسلمان مستفید ہو رہے ہیں۔ فقہ کی ترویج واشاعت کے حوالے سے اس ادارے کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ اس کے علاوہ دین اسلام کا علمبردار یہ ادارہ دنیا بھر میں پیش آنے والے نت مسائل کے حل کے لیے اپنی قیمتی خدمات فراہم کر رہا ہے۔ اس ادارے کی بنیاد ایک انقلاب سے کسی بھی طرح سے کم نہ تھی۔ جب اس کی بنیاد رکھی گئی تو امت مسلمہ کے وسیع تر مفادات ومقاصد کو مدنظر رکھا گیا۔ عالم اسلام کے ہر طرح کے مسائل کے حل کے لیے ہر طرح کے ماہرین کو اس ادارہ سے منسلک کر دیا گیا۔ اس طرح طب، جدید طب، سماجیات، علم قانون، علم

نفسیات، معاشیات اور ماحولیات سمیت تمام تر پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا تھا۔ مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے ملکی و غیر ملکی سطح پر علماء کی خدمات کو یقینی بنانے کا اہتمام کیا گیا۔ فقہ کو بطور خاص اہتمام اجاگر کیا گیا۔ اہل اسلام کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے مسائل پر بھی کافی توجہ دی گئی۔ فقہ کے میدان میں خاطر خواہ کامیابیاں سمیٹی گئیں۔

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا خالصتاً ایک مذہبی ادارہ ہے۔ اس ادارہ کے قیام کے اغراض و مقاصد میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ صرف اور صرف دین اسلام کی خدمت کا ادارہ ہے۔ فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت اور عالم اسلام کو پیش آنے والے نت نئے مسائل کے حل کے لیے یہ ادارہ ہمہ تن گوش مصروف عمل ہے۔ اس اکیڈمی کے قیام کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں:

- فقہ اسلامی کے مصادر، اس کے قواعد و کلیات اور فقہی نظریات و تعبیرات کی تشریح و تاویل اور موجودہ دور کے مطابق اسے منطبق کرنا۔
- عصری تقاضوں اور ضروریات و حاجات کی روشنی میں فقہی موضوعات کی تحقیق و دراسہ کا کام انجام دینا۔
- زندگی کے مختلف شعبوں میں علمائے ہند کے فتاوی اور آراء کو جمع کرنا اور حسب ضرورت انہیں عربی اور انگریزی وغیرہ میں منتقل کرنا تاکہ ان کا نقطہ نظر دوسرے اہل علم تک بھی پہنچ سکے۔
- فقہی مخطوطات جواب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں پر تحقیق و تعلیق کا کام کرانا اور انہیں شائع کرنا۔ [iii]

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے قیام کے اغراض و مقاصد پر گہری نظر ڈالی جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ محض مذہبی اور اسلامی ہیں۔ ان اغراض و مقاصد میں مادی مقاصد کو دور دور تک بھی نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ فقہ کی ترویج واشاعت کے حوالے سے اس ادارے کی خدمات بھی ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ یہ ادارہ محض مذہبی مقاصد اور دین اسلام بالخصوص فقہ اسلامی کی ترویج واشاعت کی غرض سے کام کر رہا ہے۔ اس مقصد کو اپنا لائحہ عمل بنا کر ادارہ نے رات دن ایک کر کے جو محنت شاقہ کی ہے اس کی بدولت آج سینکڑوں کتب تالیف ہو چکی ہیں۔ متعدد سیمینارز ہو چکے ہیں، کانفرنسز بھی ہو رہی ہیں اور اس ادارہ کے پلیٹ فارم سے مختلف زبانوں میں موجود اسلامی کتب کے تراجم ہو رہے ہیں۔ نت نئے فقہی مسائل کا حل نکالا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں اقتباس ملاحظہ ہو:

> "جدید فقہی مسائل کے حل میں فقہ اکیڈمی نے بے مثال نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ جدید فقہی مسائل میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس میں فقہ اکیڈمی نے ماہرین علمائے اور مفتیان کرام کو ساتھ لے کر اس کو حل نہ کیا ہو اور اس پر واضح رائے ظاہر نہ کی ہو۔ اکیڈمی ملک وبیرون ملک کے ماہرین علما کرام کو جمع کرکے اور تدبر و تفکر کرکے اس کا حل نکالتی ہے۔"[iv]

اسلامک فقہ اکیڈمی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ ادارہ فقہ کو خاص اہمیت دیتا ہے اور اس کی ترویج واشاعت کے لیے گذشتہ کئی عشروں سے کوشاں ہے۔ اس سلسلے میں اکیڈمی کو ملکی و بین الملکی سطح پر علماء وفقہاء کا خاص تعاون حاصل ہے بلکہ ایک باقاعدہ جماعت موجود ہے جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان کا فرض ہے کہ اکیڈمی کی ہدایات کے مطابق فقہ کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کے لیے اجتماعی اجتہاد کی کوششیں کریں۔ اس طرح اکیڈمی کے زیر اہتمام سالانہ سیمینارز منعقد کیے جاتے ہیں۔ ان سیمینارز میں فقہ کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اور نئے مسائل اور ان کے حل کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔ ان سیمینارز میں جید علماء وفقہاء شرکت کرتے ہیں اور اجتماعی اجتہاد کی صورت میں مسائل کے حل کی طرف قدم بڑھائے جاتے ہیں۔

> "اس ادارہ نے قلیل مدت میں وسط ایشیا میں اپنی علمی شناخت قائم کرلی اور علماء وفقہاء کے اندر تحقیق وتالیف اور بحث ومناقشہ کا جذبہ پیدا کردیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک میں فقہی بحث ومناقشہ کا انقلاب پیدا ہوگیا، ملک کے نہایت باوقار اور مقتدر شخصیتوں کا علمی وتحقیق اجتماع منعقد ہونے لگا، جس نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مجلس کی یاد تازہ کردی، آج اس ادارہ کو عالم اسلام میں ایک معتبر علمی وفقہی ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔"[v]

فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے قیام سے اب تک بے شمار ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں جن کی وجہ سے اس نے دنیا بھر میں اپنی شہرت کو دوام کی منازل تک پہنچادیا ہے۔ اس وقت ایشیاء کی یہ ایک مقبول اکیڈمی کی حیثیت حاصل کرچکی ہے جس نے فقہ سمیت کئی میدانوں میں عالم اسلام کی خدمت کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ اکیڈمی اپنی کانفرنسز میں دنیا بھر کے مسائل کو اپنا ایجنڈا گردان کر اس پر دنیا بھر کے علماء وفقہاء سے اجتماعی اجتہاد کے ذریعے ان کا مناسب حل تلاش کرتی ہے۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کے فقہی سیمینارز اور شائع کردہ کتب:

فقہ اکیڈمی ہر سال اپنا فقہی سیمینار منعقد کراتی ہے۔ اس سیمینار میں مختلف فقہی مسائل وموضوعات کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ عالم اسلام کو درپیش نت نئے مسائل کے حل کے فقہ اکیڈمی انڈیا کے پلیٹ فارم سے ہر سال

سینکڑوں علماء وفقہاء سر جوڑ کر ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں جس کا فائدہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ہوتا ہے۔ ان اجلاس میں نہ صرف ہندوستان کے علماء شریک ہوتے ہیں بلکہ کئی بیرونی جید شخصیات بھی ان میں شریک ہوتی ہیں جن میں سعودی عرب سے ڈاکٹر انس زرقاء، ڈاکٹر عبد الرحمن عقیل، شیخ محمد عبد العزیز الوزیری، ڈاکٹر مسفر مقحطانی، ڈاکٹر محمد حبیب بن الخوجہ کویت سے ڈاکٹر عبد احسن محمد عثمان، ڈاکٹر سعود عصفور، شیخ بدر سلیمان سنین، ڈاکٹر رواس قلعہ جی، ڈاکٹر محمد عبد الغفار شریف، ڈاکٹر صلاح الدین سلطان بحرین سے ڈاکٹر حسین الجیبورتی عراق سے ڈاکٹر محمد محروس المدرس، ڈاکٹر مروان محروس المدرس اور مصر سے ڈاکٹر جمال الدین عطیہ، ڈاکٹر علی جمعہ، شیخ عمر والوردانی، شیخ ڈاکٹر انور محمد الشلمی، شیخ اسماعیل کاظم عیساوی شامل ہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈمی کی شائع کردہ کتب میں بدلتے حالات کے تقاضے اور فقہ اسلامی، عصر حاضر کے فقہی مسائل، جرنل آف اسلامی فقہ، احکام شرعیہ میں تبدیلی حقیقت کے اثرات، موجودہ اہم سماجی مسائل کے حل کے لئے وقف کی اہمیت اور طریقہ کار، غیر سودی بینکاری-ضرورت اور طریقہ کار، عشر وخراج۔ عصر حاضر کے چند اہم مسائل، غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمانوں کے مسائل، امن عالم اور اسلام، قیدیوں کے حقوق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، تعلیم کے لئے قرض کا حصول اور اسلامی نقطہ نظر اور نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے کے علاوہ سینکڑوں موضوعات پر کتب شائع ہو چکی ہیں۔

اوقاف کا مفہوم اور اسلامی تصور

لغوی اعتبار سے کسی شے کا محض روکنا وقف کہلاتا ہے[vi]

وقف کی اس تعریف کو سید امیر علی نے اپنی کتاب "عین الھدایۃ" میں لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقف سے مراد کسی شے کو روکنا مقصود ہے تاکہ عوام الناس کے لیے اس چیز کو عام کر دیا جائے لوگوں تک اس کی رسائی استفادہ کی حد تک رکھا جائے نہ کہ اس پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے کوئی اسے مصرف میں لا سکے۔ وقف کرنے والا اس سے دستبردار ہو جاتا ہے اس کا مقصد فلاح و بہبود ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں وقف کی تعریف یہ ہے کہ:

"کسی شے کا مالک اپنے مال کے عین (اصل) کو اپنی ملک پر روکے اور اس کی منفعت کو صدقہ کر دے یا جن لوگوں پر چاہے خرچ کرے۔"[vii]

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مملوک کا لفظ استعمال اس لیے کیا ہے تاکہ اس پر کوئی غیر مملوک قابض نہ ہو کوئی، دوسرا اس اصل کا مالک نہ بن سکے۔ کوئی اس پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کرے اگر وقف کی ہوئی چیز کوئی زمین ہے تو اس کا کوئی خریدار نہ ہو یا اس پر کوئی قبضہ نہ کر سکے یا اس پر کوئی اپنا تسلط قائم نہ کر سکے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کی تعریف حسب ذیل ہے:

"و هو في الشرع عند ابي حنيفه " : حبس العين على ملك الواقف، والتصدق بالمنفعته"

[viii]

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

"اصل مال کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر روک رکھنا اور اس مال کی منفعت کو اپنی پسند کے لوگوں پر خرچ کرنا۔"[ix]

وقف کی ان تعریفوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مال موقوف میں کسی کا کوئی تصرف باقی نہیں رہتا۔ اس سے صرف فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے عوام الناس اس کو اپنے استفادہ کے لیے استعمال تو کر سکتے ہیں لیکن اس پر کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتے۔ کوئی نہ اس کو بیچ سکتا ہے اور نہ ہی اس کو کوئی خرید سکتا ہے اور نہ ہی اس کو رہن رکھا جا سکتا ہے، اور نہ ہی کوئی اس کو ہبہ کر سکتا ہے اور نہ ہی بطور میراث اس مال کو ترکے کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس کا نہ ہی کسی کو قبضہ دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی قبضہ کر سکتا ہے اور نہ ہی حکومت اس کو کس کے قبضہ میں دے سکتی ہے اور نہ ہی اس کو میراث کے طور پر یا جائیداد کے طور پر کسی کے نام کر سکتی ہے۔

اسلام سے قبل وقف کا تصور

اسلام سے قبل بھی وقف کا تاریخ میں تصور ملتا ہے جس کو ظاہری طور پر وقف کا نام تو نہیں دیا گیا تھا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی باقاعدہ قوانین موجود تھے لیکن قدیم زمانے میں ایسی عبادت گاہوں کا تصور ملتا ہے جو کسی فرد واحد کی ملکیت میں نہ ہوتی تھی اور نہ ہی ان پر کوئی قبضہ کرتا تھا اور نہ ہی ان کو بیچا جاتا تھا اور نہ ہی وہ کسی کے نام کی جاتی تھی۔ غلام عبد الحق لکھتے ہیں:

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایسی جائیدادوں کا ثبوت ملتا ہے جنہیں ذاتی ملکیت یا ذاتی مفادات کے ساتھ مختص کرنے کی بجائے انھیں عامۃ الناس کے استفادے کے لئے کھلا رکھا گیا۔"[x]

مثلاً بئر زمزم ہے کہ اس کو متعلقہ افراد نے اپنے لئے مخصوص نہیں کیا۔ بی بی حاجرہ نے یا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد نے اس کو ذاتی انفرادی ملکیت نہیں بنایا۔ اسی طرح حرم مکہ، ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو

ایسے اداروں کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جو مفاد عامہ کے لئے کھلے رکھے گئے اور کسی کو ان کی خرید و فروخت کا اختیار نہیں تھا۔ اسلام سے قبل وقف کی درج بالا مثالوں کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام سے قبل بھی عوام الناس کے استفادہ کے لیے مقدس مقامات کو وقف کیا جاتا تھا جس طرح آب زمزم ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو بطور تحفہ عطا کیا لیکن نہ ہی حضرت ہاجرہ نے اس کو اپنی ملکیت بننے دیا اور نہ ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کے بعد میں آنے والی ذریت نے اس کو اپنی ملکیت یا تحویل میں لیا بلکہ عوام الناس کے لیے اس کو مختص کر دیا۔ عوام الناس کے لیے یہ ایک ایسا کنواں تھا جس سے ہر کوئی نہ صرف خود پانی پی سکتا تھا بلکہ اپنے جانوروں تک کے لیے بھی اس کنویں کو استعمال کرتے تھے تو اس طرح یہ وقف کی ایک بہترین مثال ہے جس میں کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ یہ مفاد عامہ کے لیے اسلام سے قبل وقف کی بہترین مثال ہے۔ اسی طرح حرم مکہ ہے ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس وقف کے اسلام سے پہلے ایسے ادارے ہیں جو عام الناس کے لیے کھلے تھے۔ ان کو بیچنے خریدنے یا کرایہ پر دینے یا ان سے کوئی ذاتی مفاد اٹھانے کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔

> "قدیم تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ افلاطون نے جو اکیڈمی قائم کی تھی اس کے اخراجات کے لئے باقاعدہ زرعی زمین وقف کی تھی اس طرح بطلیموس نے الیگزنڈرا کے شہر میں اپنی لائبریری عام لوگوں کے لئے وقف کر دی تھی۔"[xi]

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم تاریخ میں بھی وقف کا تصور موجود تھا۔ افلاطون نے علم کو وسعت دینے کے لیے ایک اکیڈمی قائم کی تھی جس کے لیے انہوں نے زرعی زمین کو وقف کر دیا تھا جس کی آمدن سے یہ اکیڈمی چلتی تھی۔ اس طرح بطلیموس نے الیگزنڈرا کے شہر میں اپنی لائبریری عام لوگوں کے لیے وقف کر دی تھی اس میں ہر کوئی اپنی پسند کی کتابیں پڑھ سکتا تھا اور علم حاصل کرنے کے لیے اس لائبریری میں کسی قسم کی کوئی فیس ادا نہ کرنی پڑتی تھی اور نہ ہی اس لائبریری کو حکومت اپنے قبضے میں لے سکتی تھی اور نہ ہی کوئی اس کو اپنے نام کرا سکتا تھا اور نہ ہی ذاتی مقاصد کے لیے کوئی اسے استعمال کرنے کا سوچ سکتا تھا۔

> "عہد جاہلیت میں جو معابد بنائے جاتے تھے ان کے ساتھ بڑے بڑے قطعات اراضی ملحق کئے جاتے تھے جنہیں (حمیٰ) کہا جاتا تھا کیونکہ وہ بتوں اور پجاریوں کی حمایت میں مختص کئے جاتے تھے۔ ایسے قطعات اراضی کے خلاف کسی زیادتی کا ارتکاب نہ کیا جاتا تھا نہ تو وہاں سے درخت کاٹے جاتے تھے نہ ہی ان زمینوں میں اپنے جانور چراتے تھے اور ان اراضی میں کسی جانور کا شکار کرنا بھی ممنوع قرار دیا جاتا تھا۔"[xii]

اسلام سے قبل دور جاہلیت میں وقف کا ایک باقاعدہ تصور موجود تھا۔ بتوں کے نام پر بہت ساری زمین کو چھوڑا جاتا تھا تاکہ بتوں کی پوجا میں کام آئے اس زمین پر جو درخت اگتے تھے ان کو بھی کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال نہ کیا جاتا تھا۔ اس طرح بتوں اور پجاریوں کی حمایت میں ان کو وقف کیا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ان کا نام حمیٰ رکھا جاتا تھا۔ وہاں سے درخت بھی نہ کاٹے جاتے اور نہ ہی زمین پر جانور بھی نہ چرائے جاتے تھے۔ ان کے ذہن میں ایک عقیدہ تھا کہ یہ زمین وقف ہے اور بتوں اور بت خانوں کے لیے استعمال ہو سکتی ہے۔ اسلام نے وقف کو ایک مکمل ادارہ کے طور پر متعارف کرایا اور اس کے مفہوم میں وسعت پیدا کر دی۔ اس کے احکام بھی لاگو کر دیے۔ وقف صرف عبادت یا تقرب الی اللہ تک محدود نہیں ہے بلکہ اہل و اقارب، اولاد اور ذریت کے لیے بھی وقف قائم ہوتا ہے۔

وقف کا اسلامی تصور

دین اسلام چونکہ خیر خواہی کا دین ہے۔ اس دین کا مقصد لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور ان کی بھلائی مقصود ہے۔ یہ دین سراسر بھلائی، نصیحت اور خیر خواہی کا دین ہے اور اوقاف کا تعلق بھی خیر خواہی ہے تو اسی وجہ سے دین اسلام میں اوقاف کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اوقاف مسلمانوں کی بھلائی کا منصوبہ ہے، اسی وجہ سے آغاز اسلام سے ہی مسلمانوں نے اس پر توجہ دی۔ مسلمانوں نے بہت سارے ایسے اوقاف کی بنیاد رکھی جو عوام الناس کے لیے سود مند تھے۔ اس سلسلے میں اسلام کا پہلا وقف مسجد قباء کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حضور ﷺ جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے قباء پہنچے تو وہاں آپ ﷺ نے مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور اس مسجد کو مسلمانوں کے لیے وقف قرار دے دیا جیسا کہ عبدالحق محمد لکھتے ہیں:

> "اسلام میں سب سے پہلے جو دینی وقف قائم کیا گیا وہ "مسجد قبا" ہے جس کو حضرت نبی اکرم ﷺ نے قائم فرمایا جب آپ مدینہ کی ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قبا میں تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ عمرو بن عوف کے شیخ حضرت کلثوم بن ہدم کے مہمان تھے۔"[xiii]

> "دوسرا وقف "مسجد نبوی" ہے جسکو دارالہجرت مدینہ طیبہ میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے 1ھ میں بنایا۔"[xiv]

مسجد مسلمانوں کے لیے عملی تربیت گاہ اور مساوات کا بہترین مظہر ہے۔ مسجد میں لوگ باجماعت نماز کے علاوہ جمعہ و عیدین کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اسلامی اوقاف میں مسجد کو بنیادی حیثیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام کا سب سے

پہلا وقف مسجد ہی ہے۔ مسجد کو اسلام کے اوائل سے ہی بہت ہی زیادہ اہمیت رہی ہے مسجد قباء کے بعد مسجد نبوی کو دوسرا وقف قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام کا یہ بہترین اور عمدہ وقف ہے جو آج بھی قائم و دائم ہے۔

"ایک مخیریق نامی یہودی جو حضرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دوستی اور محبت رکھتا تھا اور مسلمانوں کی طرف سے جہاد میں بھی شریک ہوا۔ غزوہ احد میں قتل کر دیا گیا اس نے وصیت کی تھی کہ اگر میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضرت محمد ﷺ کے اختیار میں ہوں گے آپ انہیں جس طرح چاہیں خرچ کریں۔"[xv]

اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں نہ صرف مسجد کو وقف کے لیے استعمال کیا گیا بلکہ اس کے علاوہ بہت سارے اوقاف کی مثالیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ مخیریق نامی یہودی شخص آپ ﷺ سے محبت اور عقیدت رکھتا تھا۔ وہ جہاد میں شریک ہوتا تھا اور تبلیغ اسلام سے بھی کافی شغف رکھتا تھا۔ اس نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری زمین حضور ﷺ کے اختیار میں ہوگی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک وسیع و عریض مکان اپنی اولاد اور ان کی آنے والی نسلوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وقف کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جب تک رہیں اس میں قیام پذیر ہوں اگر وہ وہاں سے چھوڑ کر چلے جائیں تو وہ امت مسلمہ کے عام لوگوں کے لیے وقف تصور کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں برہان الدین لکھتے ہیں:

"مکہ مکرمہ میں حضرت صدیق اکبر کا ایک وسیع مکان تھا جس میں ان کی اولاد اور نسل در نسل لوگ قیام کرتے رہے اور اس کی وراثتی تقسیم نہیں کی گئی یا اس کو وقف علی الاولاد کر دیا گیا تھا۔"[xvi]

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق امیر المومنین بنے تو انہوں نے بھی اس سلسلے کو جاری اور ساری رکھا۔ آپ کو خیبر میں قیمتی زمین ملی جس کو انہوں نے اس طرح وقف کر دیا کہ نہ تو یہ بیچا جائے گا، نہ ہبہ کیا جائے گا، نہ ہی وراثت میں دیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فقرا مساکین مسافر غلام مہمان اور مجاہدین کے لیے یہ وقف کر دیا جیسا کہ حسن رضا احکام الاوقاف میں لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت فاروق اعظم کو خیبر میں زمین ملی تھی انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ مجھے خیبر میں ایسا مال ملا ہے کہ اس سے بہتر مال مجھے کبھی نہیں ملا آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ یہ سن کر حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اصل مال کو روک کر اس کا منافع صدقہ کر دے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو صدقہ کر دیا کہ نہ بیچا جائیگا نہ ہی ہبہ کیا جائے گا۔"[xvii]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن بن ابان بن عثمان جو آپ کے پوتے ہیں، ان کے پاس ایک تحریر دیکھی گئی اس تحریر کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ وہ رقم تھی جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں صدقہ کر دی تھی اس کو ابن ابی الحقیق کی رقم کہا جاتا تھا آپ نے اسے ایک ایک کر کے صدقہ کر دیا ان کی اصلیت کبھی نہ خریدی جائے گی اور نہ ہی اس کو کسی کا وارث بنایا جائے گا اس سلسلے میں حسن رضا یوں لکھتے ہیں:

> "فروہ بن اذینہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن ابان بن عثمان کے پاس ایک تحریر دیکھی تھی جس میں لکھا ہوا تھا: اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے، یہ وہ رقم ہے جو عثمان بن عفان نے اپنی زندگی میں صدقہ کی تھی، اور اسے ابن ابی الحقیق کی رقم کہا جاتا ہے۔ ان کے بیٹے ابان بن عثمان نے اسے ایک ایک کر کے صدقہ کر دیا، اس کی اصلیت نہ کبھی خریدی جائے گی اور نہ ہی اس کو وارث بنایا جائے گا۔"[xviii]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین بنے تو آپ نے بھی وقف کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھرانہ سخاوت کے اعتبار سے بہت ہی مشہور ہوا۔ آپ کی اولاد میں بھی وقف کرنے کا سلسلہ جاری وساری رہا۔

"صحابہ اور تابعین کے علاوہ دنیا بھر میں مخیر مسلمانوں اور سلاطین نے وقف جیسے رفاہ عامہ کے ادارے کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اس کو بہت فروغ دیا۔ مساجد کی تعمیر، خانقاہوں کا نظام، مسافروں کے لئے مہمان خانے، کنویں، ہسپتال اور مدارس کے علاوہ بھی عجیب امور کے لئے اوقاف قائم کی گئیں۔ مختلف خیالات اور منفرد ذوق رکھنے والے حضرات نے اس میں ندرتیں پیدا کیں۔ عام سڑکوں اور گلیوں میں پانی کی نالیاں بنائی گئیں۔ عام لنگر چلانے کے لئے مصر میں "تکیۃ السلطان سلیم" اور دمشق میں "تکیتہ الشیخ محی الدین" بہت مشہور ہوئے۔"[xix]

اوقاف کا یہ سلسلہ جاری وساری رہا۔ خلافت راشدہ کے بعد بھی مسلمان سلاطین نے اس سلسلے کو جاری وساری رکھا۔ یوں مصر، ترکی، ایران، اردن، سعودی عرب، یمن سمیت کئی دیگر اسلامی ملکوں میں اوقاف کے قیمتی نشانات ملتے ہیں۔

ہندستان میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہی مسلمانوں نے اپنی املاک کا وقف قائم کرنا شروع کر دیا۔ خاص طور پر فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت (1351 سے 1388) کے دوران، لوگوں کی طرف سے وقف اقدامات کو منظم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ فیروز شاہ تغلق کے دور حکومت میں ہی ہندستان میں وقف ناموں کی تخلیق کا

> رواج فروغ پایا۔ کہا جاتا ہے کہ فیروز شاہ تغلق نے اپنے دور حکومت میں ایک ہسپتال قائم کیا اور معالجین اور ڈاکٹروں کا تقرر کیا۔ ادویات فراہم کی گئیں، اور بڑی تعداد میں متعدد افراد نے اپنی جائیدادیں اسپتال کی مدد کے لیے وقف کر دیں، سب کے لیے مفت علاج کو یقینی بنایا گیا۔ مزید بر آں، مشہور مدرسہ فیروز شاہی، اسی دور میں دہلی میں قائم کیا گیا، جو اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ اس کے کام میں مدد کرنے کے لیے، مختلف وقف قائم کیے گئے اور ان کی آمدنی کو مدرسے میں داخلہ لینے والے طلبہ کی فلاح و بہبود اور روزگار کے لئے مختص کیا گیا۔[xx]

شیر شاہ سوری کے دور میں وقف نظام میں مزید بہتری دیکھنے میں آئی۔ کہا جاتا ہے کہ جب گاؤں والوں نے شیر شاہ سوری سے ان کے گاؤں میں ایک مسجد کی تعمیر میں مدد کے لئے رابطہ کیا تو بادشاہ نے اس کے بجائے انہیں ہدایت کی کہ وہ خود مسجد تعمیر کریں اور اس مقصد کے لئے زمین کا ایک ٹکڑا دیا۔ گاؤں والوں کو مسجد اور اس کی وقف املاک کی حفاظت اور نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، جب کہ تمام اخراجات اور آمدنی کا محتاط ریکارڈ رکھا جانا تھا۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ شیر شاہ نے اپنے دور حکومت میں تقریباً 1700 مسافر خانوں (ریسٹ ہاؤسز) کا قیام عمل میں لایا، جس نے ملک کے کونے کونے سے آنے والے مسافروں کو رہائش اور کھانا فراہم کیا، جو وقف نظام کے تحت چلائے جاتے تھے۔

> برطانوی نو آبادیاتی دور میں مسلمان اپنی زمینیں وقف کرتے رہے۔ جہاں انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان کی آزادی کے مقصد کے لئے وقف کیا، وہیں انہوں نے ملک کی فلاح و بہبود اور برطانوی سامراج سے آزادی کے لئے اپنی املاک کو بھی وقف کر دیا۔ مہاتما گاندھی کی عدم تعاون کی تحریک کے دوران میں مسلمانوں کی جانب سے وقف اراضی پر متعدد اسکول، کالج اور ادارے قائم کیے گئے۔ ملک کے نوجوانوں میں تعلیم، مذہبی بیداری اور تربیت کو فروغ دینے کے لیے مساجد اور مدرسوں کی تعمیر کے علاوہ، مسلمانوں نے وقف بھی قائم کیے جن سے حاصل ہونے والی آمدنی مجاہدین آزادی کی حمایت کرتی تھی۔ آج بھی کئی ریاستوں میں کانگریس پارٹی کے دفاتر مسلمانوں کی جانب سے عطیہ کی گئی زمینوں پر قائم ہیں۔ مثال کے طور پر پٹنہ میں صداقت آشرم مولانا مظہر الحق کی زمین پر قائم ہے۔[xxi]

غیر مسلم قوتیں جس طرح اسلامی شعائر کو مٹانے کے درپے ہیں اسی طرح انہوں نے وقف کو بھی نقصان پہنچانے کی بڑی کوشش کی ہے۔ عصر حاضر میں بیت المقدس کا تحفظ مسلمانوں کے لیے ایک چیلنج بن چکا ہے۔ آئے روز یہود و نصاریٰ بیت المقدس کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی شعائر سے بیت المقدس کو نکالا جائے اور مسجد اقصیٰ کو مسلمانوں کے مذہبی مقام اور مرکزی مقام کے

طور پر تسلیم کرنے سے روکا جائے۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں جہاں بھی مساجد و مدارس اور مزارات موجود ہیں اور اس کے علاوہ عوام الناس کی فلاح و بہبود کے ادارے موجود ہیں، ان کو غیر مسلم قوتوں کی جانب سے ہر وقت نقصان کا اندیشہ رہتا ہے اس لیے اوقاف کو اسلامی شعائر کے طور پر اس کے مسائل کو جاننا اور اس کے تحفظ کے لیے کردار ادا کرنا امت مسلمہ کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔

اوقاف کی ویرانی اور درپیش مسائل

اوقاف کا تعلق چونکہ انسانی فلاح و بہبود سے ہے اس لیے یہ سلسلہ عام لوگوں کی بھلائی کے لیے اسلام سے قبل شروع کیا گیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں اوقاف قائم تھے وہاں اگر مسلمان حکومتیں موجود نہیں تھیں اور مسلمانوں کی آبادی کم تھی وہاں اوقاف کو بہت سارے مسائل درپیش ہوئے۔

> وقف املاک کو ختم کرنے کا عمل برطانوی راج میں شروع ہوا تھا۔ نہ صرف وقف املاک کو ذاتی اثاثوں کے طور پر فروخت اور منتقل کیا گیا بلکہ انگریزوں نے ایسی پالیسیاں بھی نافذ کیں جن کی وجہ سے ان کی تباہی اور قبضہ ہوا۔ 1873 میں بمبئی ہائی کورٹ نے 'وقف املاک' کے خلاف فیصلہ جاری کیا، جو آنے والی نسلوں کے لیے قائم کردہ وقف کی ایک قسم ہے۔ اس فیصلے کو بعد میں 1894 میں پریوی کونسل نے برقرار رکھا۔ تاہم جب اسی طرح کا معاملہ کلکتہ ہائی کورٹ میں آیا تو جسٹس عامر علی نے وقف بل کے حق میں فیصلہ سنایا۔ تاہم ان کے برطانوی ساتھیوں نے ان کے فیصلے کی مخالفت کی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ برطانوی ججوں کی اس مخالفت نے ملک میں وقف بل کے لئے احتجاج کو جنم دیا جس سے مسلمانوں میں تشویش میں اضافہ ہوا۔[xxii]
>
> 1890 کے چیریٹیبل انڈومنٹ ایکٹ نے خیراتی وقف جائیدادوں کو ٹرسٹ کے طور پر سمجھا اور ان کی مستقل دیکھ بھال کے تصور کو ختم کر دیا۔ ہندوستان میں بہتر وقف قوانین کا مطالبہ برطانوی حکمرانی کے دوران 1875 کے اوائل میں ابھرا تھا جب قانون سازی کے ذریعے سے وقف املاک کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔[xxiii]

اوقاف پر مقامی حکومتیں قبضہ کرنے کی کوشش کرتی رہیں اور عصر حاضر میں بھی اس کے تحفظ کا مسئلہ روز بروز سنگین ہوتا جا رہا ہے۔ اوقاف کی خرید و فروخت اور اس کی حیثیت تبدیل کرنے کے لیے کافی کوشش کی جا رہی ہے۔ عصر حاضر میں اوقاف کو درپیش مسائل لاحق ہیں کہ اوقاف پر حکومتوں نے اپنے قبضے جمانا شروع کر دیے ہیں اور جن علاقوں میں مسلم آبادی کم ہے وہاں اوقاف کے تحفظ کا مسئلہ پیدا کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں اوقاف کو درپیش مسائل کے حوالے سے خالد سیف رحمانی اپنی کتاب اوقاف احکام و مسائل میں یوں بیان کرتے

ہیں:

"وقف کے کچھ مسائل شرعی اور فقہی نقطۂ نظر سے اہمیت کے حامل ہیں، خاص کر وہ اوقاف جو اب ویران ہو چکے ہیں یا ایسے مقبوضہ ہیں کہ ان کا تحفظ دشوار ہے یا وہاں مسلم آبادی باقی نہیں رہی ہے، ایسے اوقاف کا تحفظ کس طرح کیا جائے گا اور انہیں کس طرح ثمر آور بنایا جاسکتا ہے؟"[xxiv]

عصر حاضر میں اوقاف کا سب سے بڑا مسئلہ اس کی ویرانی ہے۔ زمانہ قدیم میں مخیر حضرات نے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے قیمتی املاک کو وقف کیا تھا، اب وہ قیمتی املاک ویران ہوتے جارہے ہیں یا ان پر مقامی حکومتوں کی جانب سے قبضہ کیا جارہاہے، جو اوقاف ان علاقوں میں قائم ہیں جہاں غیر مسلم آبادی زیادہ ہے اور مسلمان اقلیت میں موجود ہیں وہاں غیر اسلامی حکومت ان اوقاف کے درپے ہے۔ یہ قیمتی املاک حکومتوں کو چبھتی ہیں۔ عصر حاضر میں اوقاف کو محفوظ کرنے کا مسئلہ درپیش ہے اور اس کو ثمر آور بنانے کے لیے بھی کافی دشواریاں ہیں کہ اوقاف کی املاک سے کس طرح استفادہ کیا جائے اور اس کی آمدنی کو کس طرح بڑھایا جائے اور لوگوں کے لیے کس طرح ان کو احسن انداز منافع بخش بنایا جاسکتا ہے۔

عصر حاضر میں اوقاف کی صورتحال بگڑتی جارہی ہے۔ لوگ اوقاف کی املاک کو اپنے ذاتی مقصد اور مفاد کے لیے استعمال کرنے کے درپے ہیں اسی وجہ سے مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ وہ اوقاف کی حفاظت کو کس طرح یقینی بناسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں علماء کو چاہیے کہ عوام الناس میں آگاہی پیدا کریں اور عوام الناس کو اوقاف کی اہمیت، فضیلت اور مسائل کے بارے میں آگاہ کریں تاکہ عام عوام اوقاف کی حفاظت کے لیے اپنی ذمہ داری کو پورا کرے۔ عصر حاضر میں اوقاف کو یہ بھی مسئلہ درپیش ہے کہ اس پر غیر مسلم حکومتیں قبضہ کرنے کی کوشش کررہی ہیں اور ان کی عمارات کو منہدم کرنے کی کوشش کررہی ہیں بلکہ وقف کی حیثیت کو تبدیل کرنے کا سوچ رہی ہیں۔

اس کے علاوہ جہاں جہاں بھی اس اوقاف کے بڑے ادارے موجود ہیں وہاں غیر مسلم طاقتیں ان کو منہدم کر کے سرکاری تحویل میں لینے کی کوشش کررہے ہیں۔

"اس وقت اوقاف کو جو نقصان پہنچ رہاہے، اس میں ایک طرف حکومت ذمہ دار ہے، جس نے بہت سے اوقاف پر ناجائز قبضہ کررکھا ہے اور ور مسلمانوں کو ان کا کرایہ تک نہیں ملتا، حکومت کی زیادتی ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ وقف کے قانون کو قصداً غیر مؤثر بناکر رکھنا چاہتی ہے۔"[xxv]

عصر حاضر میں وقف کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کی ذمہ دار غیر مسلم حکومتیں ہیں۔ ان حکومتوں نے اوقاف پر ناجائز قبضہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ مسلمانوں کو اپنے سلف صالحین کی جانب سے عطا کردہ اوقاف کی قیمتی املاک کا کرایہ تک حکومتیں نہیں دیتی۔ حکومتیں اوقاف کے متعلق بنائے گئے قوانین میں خود ہی خلاف ورزی کرنا چاہتی ہیں۔ عالم اسلامی میں جہاں بھی اوقاف کی بڑی بڑی املاک اور ادارے قائم ہیں وہاں غیر مسلم حکومتوں نے اپنے ناجائز تسلط کا بھونچال مچار کھا ہے۔ اوقاف کو پہنچنے والے نقصان کی ذمہ دار یہی حکومتیں ہیں:

> "اوقاف کو وہ حقوق نہیں دیے جاتے جو پبلک پراپرٹی کو حاصل ہیں، وقف بورڈ کو عاملانہ اختیارات نہیں دئے جاتے کہ وہ ناجائز قابضین کے خلاف کوئی کارروائی کر سکے اور وقف بورڈ کی ہیئت ترکیبی ایسی رکھی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے نمائندے اس میں بے اثر ہو جائیں اور حکومت کے چشم و آبرو کے اشارہ پر کام کرنے والے باری نمائندوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہو جائے، ایسا لگتا ہے کہ حکومت منصوبہ بند طریقہ پر سرکاری مسلمانوں کو ان کے اوقاف سے محروم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔"xxvi

عصر حاضر میں اوقاف کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس نقصان کی اصل وجہ غیر مسلم حکومتوں کی جانب سے بنایا جانے والا وقف بورڈ ہے بالخصوص ہندوستان کے وقف بورڈ میں مسلمانوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم اس بورڈ کے ممبرز بنے ہوئے ہیں جو قبضہ مافیا کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ جب تک اس کی ہیئت اس طرح نہ ہو گی کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نمائندگی ملے تب تک اوقاف کی حفاظت یقینی نہیں ہو سکتی۔ اس بورڈ میں خالصتاً مسلمانوں کی نمائندگی اس امر کو یقینی بنائے گی کہ وقف کا تعلق دین اسلام کے ساتھ خاص ہے اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے وقف کو قائم کیا جاتا ہے اس لیے وقف سے استفادہ کرنے کا حق بھی مسلمانوں کا ہے۔ مسلمانوں میں جو نادار غریب، یتیم اور اہل مصارف ہیں ان تک ان کا اصل فائدہ پہنچنا چاہیے۔

> "متولی حضرات وقف کی جائیداد کو اپنی ذاتی املاک کی طرح فروخت کر رہے ہیں، وقف کی عمارتوں کے کرایہ داروں کا حال یہ ہے کہ جس عمارت کا کرایہ دس ہزار ہونا چاہئے، اس کا کرایہ سو دو سو روپے ادا کیا جا رہا ہے بلکہ یہ کرایہ بھی ادا نہیں کیا جاتا اور وقف کی جائیدادوں کے قابضین کسی قیمت پر اس کو خالی کرنے کو تیار نہیں ہیں، جب تک مسلمانوں میں خود دینی غیرت پیدا نہ ہو اور وہ اپنے نظام کو خود بہتر نہ بنائیں، یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ دوسرے لوگ ان کے مسائل کو حل کریں گے۔"xxvii

بحالی اوقاف میں اسلامی فقہ اکیڈمی کی کوششیں:

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا جو کہ انسانی فلاح و بہبود کا ایک ادارہ ہے، اس ادارے کے توسط سے دین اسلام کے لیے مفید کام کیے جارہے ہیں۔ اس اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے جس طرح فقہی میدان میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں، اس طرح اوقاف کے تحفظ کے سلسلے میں اس ادارے نے اپنی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، اس ادارے کی جانب سے اوقاف کے تحفظ کے لیے نہ صرف کتابیں لکھی جارہی ہیں بلکہ یہ ادارہ اپنے سیمینارز میں اوقاف کو پیش آنے والے مسائل پر سیر حاصل بحث کرنے کے لیے دنیا بھر سے علماء، خطباء اور اجماع امت کی موجودگی میں اس مسئلے پر غور کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں ہونے والی اوقاف کی صورتحال سے فقہ اکیڈمی انڈیا بخوبی واقف تھی تو اسی وجہ سے ہندوستان کی حکومت کو یہ ادارہ جھنجھوڑتا رہا اور کوشش کرتا رہا کہ وقف کے تحفظ کو یقینی بنایا جا سکے۔ فقہ اکیڈمی انڈیا نے اوقاف کے تقدس اور تحفظ کے لیے خاطر خواہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ مسجد اقصیٰ کے تحفظ کے لیے فقہ اکیڈمی انڈیا کا خصوصی کردار رہا ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کی جانب سے بحالی اوقاف کے لیے درج ذیل دو صورتوں میں کاوشیں سامنے آتی ہیں:

- **اوقاف کی بحالی کے لیے کتب کی اشاعت**
- **اوقاف کی بحالی اور دیگر مسائل کے حل کے لیے سیمینارز کا انعقاد**

فقہ اکیڈمی انڈیا نے اوقاف کی حفاظت کے لیے بہت سارے قیمتی مباحث کا اہتمام کیا ہے۔ امت مسلمہ کو اس بارے میں آگاہی دینے کے سلسلے میں یہ اکیڈمی اپنے زیر انتظام ہونے والے سیمینارز میں اوقاف کی حفاظت کا موضوع سر فہرست رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ اوقاف کے تقدس اور تحفظ کے لیے نایاب کتابیں لکھی جاتی ہیں اور قیمتی کتابیں شائع کی جاتی ہیں تاکہ لوگوں میں اوقاف کے بارے میں آگاہی پیدا ہو۔

عصر حاضر میں اوقاف کی ویرانی کی اصل وجہ اس کی روح سے ناواقفیت ہے، مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی جانب سے قائم کردہ عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لیے اوقاف کے بارے علم ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر اسلامی طاقتیں وقف کی اصل روح کو بگاڑنے کی کوشش کررہی ہیں۔ اس سلسلے میں فقہ اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے وقف کی اصل روح کے متعلق خالد سیف اللہ رحمانی یوں لکھتے ہیں:

”وقف کی روح بھی یہی ہے کہ کوئی بھی جائیداد اس طرح رضائے ربانی کی خاطر کسی کی مصرف خیر کے لئے محبوس کر دی جائے کہ اصل بھی محفوظ رہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی متعین مصارف خیر پر صرف ہوتی رہے۔“[xxviii]

وقف کی اصل روح یہی ہے کہ وقف میں جو بھی املاک یا عمارات یا فلاحی کاموں کے منصوبے شامل ہیں ان کو رضائے الٰہی کے لیے مصرف خیر میں استعمال کیا جائے۔ اس کے علاوہ اس کو کسی غیر مصرف میں استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔ وقف کی اصل املاک کو محفوظ کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وقف کے ملاک کا قیام دیرپا ہو سکے اور جو شر پسند عناصر وقف کی املاک کو میلی نظر سے دیکھتے ہیں ان کے تدارک کے لیے علماء کو کردار ادا کرنا چاہیے عوام الناس کو چاہیے کہ وقت کی حفاظت کریں اور حکومتوں کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ وقف کو قانون کے مطابق تحفظ ادا تحفظ فراہم کریں تاکہ وقف جس مقصد کے لیے قائم کیا گیا تھا اسی مقصد کے تحت تادیر قائم و دائم رہے۔ عالم اسلام کے پیشواؤں کو چاہیے کہ وہ وقف کے مسائل سے عوام کو آگاہ کریں کہ وقف کی اصل ہیئت اور اصل مقصد فلاح انسانیت ہے۔ فقہ اکیڈمی انڈیا کی جانب سے اوقاف کی بگڑتی صورت حال کو سنبھالا دینے کی غرض سے کئی نادر کتب کی اشاعت کو یقینی بنایا گیا۔ مجاہد الاسلام قاسمی اوقاف احکام و مسائل میں یوں لکھتے ہیں:

”اس دور میں بھی اوقاف سے متعلق بہت سارے سوالات روز پیدا ہو رہے ہیں، جن میں سے کچھ سوالات کا تعلق اصحاب حرص و ہوس سے وقف کی حفاظت سے ہے۔ اس طرح وقف کے بہتر انتظام، وقف کی افادیت میں اضافے اور ویران اوقاف کو مفید بنانے کی ضرورت ہے۔“[xxix]

عصر حاضر میں اوقاف کو درپیش مسائل سے چھٹکارا دلانے کے لیے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ان کو منافع بخش بنایا جائے۔ مقامی حکومتوں اور غیر مسلم حکمرانوں کی نظر بد سے اُن کو بچانے کے لیے ان کو فلاحی کاموں میں لگایا جائے بالخصوص عوام کی تعلیم و تربیت کے لیے ان کی آمدن کو وقف کر دیا جائے۔ مساجد کا تعلق نمازیوں کے ساتھ ہوتا ہے تو اُن مساجد کی آمدنی کو مزید وقف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ جو باقی اوقاف کی عمارات ہیں یا باقی جتنے بھی ادارے ہیں ان سے جتنی بھی آمدنی حاصل ہوتی ہے، ان کو تعلیم کے لیے خرچ کیا جائے۔ فقراء مساکین کی بنیادی ضروریات پر خرچ کیا جائے۔

”اوقاف کے بارے میں اسلام کا اصل نقطہ نظر یہ ہے کہ اوقاف دائمی ہوتے ہیں، اس لئے عام حالات میں ان کو فروخت کرنا یا منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔“[xxx]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے زیر اہتمام دسویں فقہی سیمینار میں اوقاف کے متعلق نقطہ نظر بیان کیا گیا کہ اوقاف دائمی ہوتے ہیں ان کو فروخت کرنا یا منتقل کرنا جائز نہیں ہوتا، ان کی حیثیت کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا جو بھی وقف قائم کرتا ہے تو وہ اس نیت کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ دوامی حیثیت حاصل کرے نہ کہ اس کی حیثیت کو تبدیل کیا جائے اور نہ ہی کوئی اس کو فروخت کر سکے نہ اس کو ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو وراثت میں دیا جا سکتا ہے لہٰذا اوقاف کی جو بھی جائیداد ہے اس کے لیے یہی قانون ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لیے اوقاف کے دائرے میں رہنے دیا جائے اور ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اوقاف کو محفوظ اور مضبوط بنانا چاہیے نہ کہ کمزور بنانا چاہیے اور اس سلسلے میں کوشش کرنی چاہیے کہ ایسے قوانین ہوں جن سے اوقاف مضبوط اور دائمی ہوں۔ اوقاف کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اپنا خصوصی کردار ادا کرے۔ خالد سیف اللہ رحمانی اوقاف احکام و مسائل میں یوں بیان کرتے ہیں:

"فقہاء نے ایک طرف اوقاف کی حفاظت کے لئے اس کی فروخت اور تبدیلی پر روک لگانے کی کوشش کی ہے، جس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، دوسری طرف یہ بھی کہا ہے کہ ہمیشہ وقف کے مفاد کو ترجیح دیا جائے، اگر کہیں وقف کا تحفظ اس کو تبدیل کرنے ہی میں ہو تو یقیناً اس کا استبدال ہی شریعت کے منشأ اور وقف کے مفاد کا تقاضا ہو گا"[xxxi]

مجمع الفقہ اسلامی الہند نے اس سیمینار میں جو کہ 1997 کو ممبئی کے حج ہاؤس میں منعقد ہوا اس کے توسط سے پوری دنیا کی غیر اسلامی حکومتیں جو اوقاف کے درپے ہیں اور اس کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں یا اوقاف کی حیثیت کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہی ہے، سرکاری تحویل میں لینے کی کوشش کر رہی ہیں، ان کی مذمت کی اور عوام الناس کو اس بارے میں آگاہی پھیلانے کے لیے یہ سیمینار مرتب کیا اس سیمینار کا یہ فائدہ ہوا کہ پوری دنیا میں جو علماء ودانشور شریک ہوئے انہوں نے اپنے ملکوں میں جا کر لوگوں میں آگاہی پھیلائی ہے اور لوگوں کو اوقاف کی حفاظت کی خاطر جوش اور جذبہ کو بڑھایا ہے۔ بلاشبہ فقہ اکیڈمی انڈیا پوری دنیا کے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے کام کر رہی ہے اس اکیڈمی کا مقصد دین اسلام کا فروغ اور دین اسلام کے شعائر کو باقی رکھنا ہے اوقاف بھی شعائر اسلامی میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اسی وجہ سے اوقاف پر اکیڈمی انڈیا کے مباحث قابل ستائش ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے چودھویں سیمینار میں اوقاف سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس فقہی سیمینار میں

اس بات کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے کہ نئے اوقاف قائم کرنے چاہیں تاکہ اوقاف کی وسعت کو یقینی بنایا جائے۔ اوقاف کے متعلق جو بھی سیمینار مرتب ہو رہے ہیں ان میں اس امر کا اعادہ کیا جارہا ہے کہ اوقاف کو وسعت دینی چاہیے بلاشبہ فقہ اکیڈمی انڈیا کے اوقاف پر جو بھی خدمات ہیں وہ لائق تحسین اور قابل ستائش ہیں۔ اسلامک فقہ اکیڈمی کے تیرہویں سیمینار منعقدہ ۱۳ تا ۱۶ / اپریل ۲۰۰۱ء بمقام جامعہ سید احمد شہید واقع کٹولی، ملیح آباد میں ملک بھر سے آئے ہوئے تمام مکاتب فکر کے ایک سو بیس ممتاز علماء ومفتیان کرام نے اپنے دستخط کے ساتھ مندرجہ ذیل فیصلہ کیا:

> "مساجد کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے اور اس پر جمہور امت کا اتفاق ہے کہ جس مقام پر ایک بار مسجد بنادی گئی وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہے، اب نہ اس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ وہ خطہ ارض کسی اور کو ہبہ کیا جاسکتا ہے اور نہ کوئی شخص یا حکومت اس کی حیثیت کو تبدیل کر سکتی ہے، مسجد دراصل وہ حصہ زمین ہے جسے ایک دفعہ مسجد کے لئے وقف کر دیا گیا ہو، مسجد صرف در و دیوار اور مسجد میں استعمال ہونے والے تعمیری سامان کا نام نہیں، اس لئے اگر مسجد کی عمارت منہدم ہو جائے یا اسے ظلماً منہدم کر دیا جائے یا کسی وجہ سے طویل عرصہ تک وہاں نماز نہ پڑھی جائے تب بھی وہ مسجد باقی رہتی ہے، اور مسلمانوں پر اس کو دوبارہ آباد کرنا شرعاً واجب ہے۔"[xxxii]

اسلامی معاشرہ میں مسجد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ مسجد ایک ایسا مقدس مقام ہوتا ہے جو ہمیشہ کے لیے وقف کیا جاتا ہے اور اسے وقف کی بہترین مثال تصور کیا جاتا ہے۔ روئے زمین پر مساجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ یہ مساجد جہاں کہیں بھی تعمیر کر دی گئی ہیں ان کی حیثیت یہ ہے کہ ان کو کبھی بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ کسی وجہ سے اگر مسجد منہدم ہو جائے پھر بھی یہ قطع زمین مسجد کا حصہ ہی رہتی ہے۔ ایک دفعہ جہاں مسجد قائم کر دی جائے یا کوئی زمین مسجد کے لیے وقف کر دی جائے، اس کی حیثیت کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ مسجد کا تعمیری سامان اور اس کی مٹی اور اس کی اینٹیں یا جو بھی مٹیریل مسجد میں استعمال کیا جائے گا، وہ مسجد کے رکن کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے، اس کو کہیں اور لگانا بھی شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں ہے اسی وجہ سے اگر ظلماً کوئی مسجد منہدم کر دی جائے یا مسجد کسی وجہ سے ویران کر دی جائے تب بھی وہ مسجد ہی باقی رہتی ہے۔ فقہ اکیڈمی انڈیا نے اوقاف کے جہاں باقی مسائل زیر بحث لائے ہیں وہاں مسجد کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے تیرھویں فقہی سیمینار میں مسجد کے موضوع کو خاص اہمیت دی ہے۔ اس فقہی سیمینار میں مسجد کے بارے میں قیمتی باتیں

علماء کی تقاریر اور بیانات سے سامنے آئی ہیں۔

مساجد کے بارے میں عوام الناس میں صیہونی طاقتیں اور شیطانی قوتیں یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کرتی ہیں کہ مسجد کو زبردستی معاشرے میں مسلط کیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے مسجد جہاں بھی بنائی جاتی ہے مسلمانوں کی رضامندی سے بنائی جاتی ہے اور اللہ تعالی کی عبادت کے لیے اس کو بنایا جاتا ہے۔ اسلام دین عدل ہے، اسلامی تعلیمات میں قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ کسی کی زمین کو زبردستی چھین کر وہاں مسجد بنادیا جائے۔ فقہ اکیڈمی انڈیا کے اس تیرھویں سیمینار میں اس بات پر کافی بحث کی گئی کہ زبردستی زمین پر مسجد بنانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی مسجد کی حیثیت کو کسی بھی صورت تبدیل کیا جائے گا۔

فقہ اکیڈمی انڈیا کے تیرھویں سیمینار کی وساطت سے بابری مسجد کے تقدس کو پامال کرنے کی ہندوانہ کوشش کی مذمت کی بیان کی گئی ہے۔ اس سیمینار میں اس بات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے مذہبی مقامات سے ہرگز دستبردار نہیں ہوں گے، بابری مسجد مسلمانوں کی وحدت کا ایک نشان تھا جو اس خطے میں مسلمانوں کے وجود کی نشانی کے طور پر جانا جاتا تھا مگر ہندو سامراج نے ظلم وبربریت کی انتہا کر کے اس مسجد کو شہید کیا اور یہاں مندر بنانے کی کوشش کی حالانکہ شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے کہ جہاں مسجد قائم کردی جائے اس جگہ کو منہدم کر کے کسی اور مذہب کی عبادت گاہ کو بننے دیا جائے۔ اس فقہی سیمینار کی وساطت سے بابری مسجد کو شہید کرنے کی پرزور مذمت بیان کی گئی ہے۔

> "دوسرے اوقاف کے مقابلہ میں مساجد کو زیادہ تقدس واحترام حاصل ہے، مساجد کی فروخت اور منتقلی کسی حال میں درست نہیں حتی کہ اگر مسجد ویران ہو جائے اور وہاں نماز ادا کرنے کا سلسلہ موقوف ہو جائے تو بھی وہ زمین جہاں مسجد کی عمارت تھی مسجد ہی رہتی ہے، اور اسے مسجد کا تقدس واحترام حاصل ہوتا ہے، وہاں مسجد بنانے اور آباد کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے"[xxxiii]

فقہ اکیڈمی کے زیر اہتمام اس سیمینار میں دیگر اوقاف کے مقابلے میں مسجد کے وقف کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جس طرح مسجد کو تقدس اور احترام حاصل ہے باقی وہ اوقاف کو شاید اتنا حاصل نہیں ہے۔ مسجد کے بارے میں اسلامی تعلیمات ملاحظہ ہوں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا[xxxiv]

"اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، لہٰذا اُن میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔"

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ[xxxv]

"بے شک مساجد کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو مومن ہیں۔"

مساجد میں نماز کی ادائیگی سے روکنا بدترین ظلم اور گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا[xxxvi]

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ کے معبدوں میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟"

ان آیات کے مفہوم اور مدعا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسجد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے اور مسلمانوں کی عبادت کا مرکزی مقام ہے۔ نماز کے قیام کے لیے مسجد کو بنایا جاتا ہے۔ مسجد جہاں بھی قائم ہو گی اس کی حیثیت کو کبھی بھی تبدیل نہیں کیا جا سکے گا اور نہ ہی کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کے طور پر اس کو استعمال کیا جا سکے گا۔ فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے فقہی سیمینار میں مسجد کی اہمیت اور شرعی حیثیت کو بخوبی واضح کیا ہے۔

"ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ بہت پرانی ہے سینکڑوں سال سے ہندوستان کے ہر علاقہ میں آباد ہیں، اس لیے ہندوستان کے ہر صوبہ اور علاقہ میں مختلف دینی اور رفاہی و خیراتی مقاصد کے لئے مسلم اوقاف موجود ہیں، ان اوقاف کی حفاظت، انہیں ترقی دینا اور ان کی آمدنی وقف کرنے والوں کے مقاصد کے مطابق خرچ کرنا، نیز اوقاف کی املاک سے غاصبانہ قبضہ ختم کرنا ہندوستانی مسلمانوں اور حکومت ہند کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔"[xxxvii]

فقہ اکیڈمی انڈیا نے ہندوستانی مسلمانوں کو اوقاف کی صورتحال کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ ہندوستان جو کہ آٹھ سو سالہ مسلمانوں کا مرکزی مقام رہا ہے۔ اس خطے میں مسلمان دنیا کے کونے کونے سے آکر آباد ہوئے۔ اسلام کی کرنیں عرب سے ہندوستان تک پہنچیں تو یہاں کثیر تاجر مالدار مسلمان جنہوں نے اوقاف قائم کیے۔ مسلمانوں کی فلاح کے لیے ایسے ایسے ادارے قائم کیے جو تاریخی اعتبار سے ایک خاص مقام و مرتبہ رکھتے ہیں ان کی حفاظت کرنا اور ان کی آمدنی کے تحفظ کو یقینی بنانا یہاں کے مسلمانوں کی اولین ترجیح ہونی چاہیے نیز اوقاف کی املاک کو صیہونی طاقتوں کے قبضہ سے بچانا اور ہندوانہ مظالم اور ناجائز مافیا کے قبضہ سے واگزار کرانا ان کی ذمہ داری بنتی ہے۔

"ان علاقوں میں مسلمانوں کے مختلف النوع بڑے بڑے اوقاف (مساجد، مدارس، خانقاہیں، قبرستان، سرائے

وغیرہ) ہیں، ان علاقوں میں اگر کچھ بھی مسلمان آباد ہیں تو ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان اوقاف کے تحفظ اور انہیں نفع آور بنانے کی جدوجہد کریں "[xxxviii]

فقہ اکیڈمی کہ اس سیمینار کے توسط سے ہندوستانی پنجاب کے علاوہ دیگر اضلاع میں بڑے بڑے مدارس اور مساجد، خانقاہیں، قبرستان، سرائے وغیرہ کی موجودگی کے بارے میں بتایا ہے کہ کہ اس خطے میں وقاف کے بڑے بڑے ادارے قائم ہیں ان کی حفاظت کی ذمہ داری یہاں کے مقام مسلمانوں پر فرض ہے اگر یہاں سے مسلمانوں کی آبادی منتقل ہو چکی ہے تو ساتھ والے علاقے کے مسلمان اوقاف کا دفاع کریں اور اس کے تحفظ کو یقینی بنائیں، ان سے حاصل ہونے والی آمدنی کا خیال رکھیں اور غاصبانہ قبضے سے واگزار کرا کر اوقاف کی صحیح روح کو بحال کریں۔

خلاصہ بحث

اوقاف کا تعلق انسانی فلاح وبہبود سے ہے۔ یہ سلسلہ عام لوگوں کی بھلائی کے لیے اسلام سے قبل شروع کیا گیا مگر اس کو حتمی شکل دین اسلام نے دی ہے۔ دینِ اسلام کی آمد سے قبل جتنے بھی اوقاف کیے گئے ہیں ان میں ان لوگوں کا خاص کردار ہے جو معاشرے کے خیر خواہ لوگ تھے جنہوں نے عام لوگوں کی بھلائی کے لیے کام کیا ہے۔ آنحضور ﷺ اور خلفائے راشدین صحابہ، تابعین اور عام مسلمانوں کی جانب سے وقف کرنے کا سلسلہ جاری وساری رہا جہاں اوقاف اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ رہے وہ بالکل محفوظ رہے مگر جیسے ہی اوقاف غیر اسلامی حکومتوں کے زیر اثر آئے یا مسلمانوں کی حیثیت اقلیت ہوئی تو وہاں اوقاف پر مقامی حکومتوں نے قبضہ کر لیا اور ان کی حیثیت تبدیل کر کے عوامی فلاح وبہبود کی بجائے حکومتی خزانوں کو بھرا جانے لگا۔

عصر حاضر میں کچھ اوقاف جواب ویران ہو چکے ہیں یا ایسے مقبوضہ ہیں کہ ان کا تحفظ دشوار ہے ان کے تحفظ کو یقینی بنانے اور انہیں ثمر آور بنانے کے لیے اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنا کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا جو کہ انسانی فلاح وبہبود کا ایک ادارہ ہے۔ اس اکیڈمی کے پلیٹ فارم سے جس طرح فقہی میدان میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں، اس طرح اوقاف کی بحالی کے سلسلے میں اس ادارے نے اپنی گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ اس ادارے کی جانب سے اوقاف کے تحفظ کے لیے نہ صرف کتابیں لکھی جا رہی ہیں بلکہ یہ ادارہ اپنے سیمینارز میں اوقاف کو پیش آنے والے مسائل پر سیر حاصل بحث کرنے کے لیے دنیا بھر سے

علماء، خطباء اور اجماع امت کی موجودگی میں اس مسئلے پر غور کیا جاتا ہے۔اس اکیڈمی کے تیرھویں سیمینار کی وساطت سے بابری مسجد اور ہندوستان سمیت پوری دنیا میں قائم اوقاف کے تقدس کو پامال کرنے کی کوششوں کی مذمت کی بیان کی گئی ہے جس کی بدولت مسلمانوں کے دلوں میں اپنے مقدس مقامات کے تحفظ اور دفاع کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔

---

[i] آفتاب غازی قاسمی، "اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: سن قیام اور بانی"۔ فضلائے دیوبند کی فقہی خدمات (فروری 2011ء ایڈیشن) :کتب خانہ نعیمیہ۔ صفحہ:۱۷۰، ۱۷۲

[ii] ۔https://ur.wikipedia.org/wiki

[iii] ۔اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا تعارف، کارکردگی اور طریقہ کار، اسلامی، ص ۷

[iv] ۔https://ur.wikipedia.org/wiki

[v] ۔http://www.ifa-india.org/ur/about-ifa/founder.html

[vi] ۔سید امیر علی، عین الھدایۃ، ۲:۲۴۱،، قانونی کتب خانہ لاہور

[vii] ۔امام شمس الدین السرخسی، المبسوط، ۱۲:۲۷ دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۷۸ء

[viii] ۔ محمد عبید القبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ ۱:۷۶، بغداد ۱۹۷۷

[ix] ۔ محمد عبید القبیسی، احکام الوقف فی الشریعۃ ۱:۷۶، بغداد ۱۹۷۷

[x] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۷

[xi] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ص ۷

[xii] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص ۲۷

[xiii] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ص ۳۳

[xiv] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ص ۳۳

[xv] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ص ۳۳

[xvi] ۔برھان الدین بن ابی بحر الحنفی، کتاب الاسعاف فی احکام الاوقاف:۶، ہندیہ مصر۔ ۱۹۰۲

[xvii] ۔ابو بکر الخصاف، احکام الاوقاف، :۵ دیوان الاوقاف مصریہ ۱۹۰۴

[xviii] ۔ حسن رضا، احکام الاوقاف، :۹، بغداد، ۱۹۳۸ء

[xix] ۔غلام عبدالحق محمد، احکام وقف، ص ۴۱

[xx] ہندوستان میں وقف اور اس کی تاریخی اہمیت https://www.humsub.com.pk/541799

[xxi] ہندوستان میں وقف اور اس کی تاریخی اہمیت https://www.humsub.com.pk/541799

[xxii] ہندوستان میں وقف اور اس کی تاریخی اہمیت https://www.humsub.com.pk/541799

xxiii ہندوستان میں وقف اور اس کی تاریخی اہمیت https://www.humsub.com.pk/541799

xxiv ۔خالد سیف اللہ رحمانی، پیش لفظ، اوقاف احکام و مسائل، ص ۱۱

xxv ۔خالد سیف اللہ رحمانی، پیش لفظ، اوقاف احکام و مسائل، ص ۱۰

xxvi ۔خالد سیف اللہ رحمانی، پیش لفظ، اوقاف احکام و مسائل، ص ۱۰

xxvii ۔خالد سیف اللہ رحمانی، پیش لفظ، اوقاف احکام و مسائل، ص ۱۱

xxviii ۔مجاہد الاسلام قاسمی، ابتدائیہ، اوقاف احکام و مسائل، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی۔ فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۸

xxix ۔مجاہد الاسلام قاسمی، ابتدائیہ، اوقاف احکام و مسائل، ایفا پبلیکیشنز، نئی دہلی۔ فروری ۲۰۱۲ء، ص ۱۸

xxx ۔دسواں فقہی سمینار منعقدہ: ۲۴-۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷-۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء، حج ہاؤس ممبئی

xxxi ۔خالد سیف اللہ رحمانی، پیش لفظ، اوقاف احکام و مسائل، ص ۱۱

xxxii ۔تیرہواں فقہی سمینار منعقدہ: ۲۱-۱۸ محرم ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۳-۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء، جامعہ سید احمد شہید، کٹولی لکھنو

xxxiii ۔دسواں فقہی سمینار منعقدہ: ۲۴-۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷-۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء، حج ہاؤس ممبئی

xxxiv ۔القرآن، 18:72

xxxv ۔القرآن، 18:9

xxxvi ۔القرآن، 114:2

xxxvii ۔دسواں فقہی سمینار منعقدہ: ۲۴-۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷-۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء، حج ہاؤس ممبئی

xxxviii ۔دسواں فقہی سمینار منعقدہ: ۲۴-۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷-۲۴ اکتوبر ۱۹۹۷ء، حج ہاؤس ممبئی